دانا حکیم کی دانا بیٹی

مائل خیرآبادیؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ کتاب؟

آج کل تعلیم کا معیار گرتا جا رہا ہے، پڑھانے والے ٹیچروں کی طرف سے شکایت عام ہے کہ وہ بچوں کی تعلیم پر توجہ نہیں دیتے۔ بہت سے لوگوں کا یہ اعتراض بھی صحیح ہے کہ طلبہ کے لیے جو نصاب بنایا گیا ہے وہ بھی ناقص ہے۔ معیار، ٹیچرس اور نصاب کے نقص کا اثر سب سے زیادہ طلبہ کے ذہنوں پر پڑ رہا ہے۔ یہ تو کسی حد تک مانا جا سکتا ہے کہ شوقین طلبہ کسی نہ کسی طرح کچھ شُدبُد جان لیتے ہیں اور امتحان دینے والوں میں سے گورنمنٹ کی منظور شدہ فیصدی کے تحت پاس بھی ہو جاتے ہیں لیکن عام و خاص ہر شخص کا یہ فیصلہ ہے کہ طلبہ میں ذہنی ارتقاء نہیں ہوتا۔ چاہے اس کی وجہ معیار تعلیم کی گراوٹ ہو، چاہے ٹیچروں کی غفلت اور چاہے نصاب کا ناقص ہونا۔

ایسی حالت میں ضرورت اس بات کی ہے کہ خارجی طور پر کچھ ایسی کتابیں لکھی جائیں جو آسان زبان میں ہوں اور ان میں ذہنی تربیت

سامان ہو۔ ایسی کتابیں اگر علمی زبان میں لکھی جائیں گی یا ان میں اصولی بحث ہوگی تو ان سے بچّوں کو دلچسپی نہ ہوگی۔ ہاں اگر بچوں کی ذہنی تربیت کے لیے قصّوں، کہانیوں کا طریقہ رائج کیا جائے تو ان میں دلچسپی بھی ہوگی، بچّے یہ قصّے شوق سے سنیں گے اور پڑھیں گے بھی۔

میں نے ایک کتاب "دانا حکیم" لکھ کر یہ تجربہ کیا۔ یہ کتاب چھپی اور بہت مقبول ہوئی۔ میرا حوصلہ بڑھا۔ اب میں نے "دانا حکیم" سے زیادہ آسان اور دلچسپ انداز میں یہ کتاب "دانا حکیم کی دانا بیٹی" لکھنا شروع کی۔ اس کی قسطیں ماہنامہ "حجاب" رامپور میں چھپنا شروع ہوئیں تو کتاب کا تقاضا شروع ہو گیا۔ یہ تقاضا اتنا زور پکڑ گیا کہ میں نے یہ چھوٹا سا مجموعہ برائے ذہنی تربیت پیش کر دیا۔ امید ہے کہ جس مقصد کو سامنے رکھ کر یہ ترتیب دیا گیا ہے وہ کسی نہ کسی حد تک ضرور پورا ہوگا۔ ان شاء اللہ!

وما توفیقی الا باللہ

مائل خیرآبادی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ہ

پیاسا!

ایک بار دانا حکیم کے گھر ایک مہمان آیا، وہ مہمان کوئی نواب زادہ تھا یعنی کسی بڑے آدمی کا لڑکا۔ وہ لڑکا شکار کھیل کر واپس ہو رہا تھا۔ وہ بڑا پیاسا تھا۔ وہ دانا حکیم کے گھر آیا۔ حکیم صاحب اس وقت گھر پر نہیں تھے۔ ان کی دانا بیٹی تھی۔ نواب زادے نے اس سے پانی مانگا۔

دانا بیٹی نے جھٹ چارپائی بچھا دی۔ چارپائی پر صاف بچھونا اور پھر اس پر چادر ڈال دی۔ بولی تشریف رکھیے۔ ابھی پانی لاتی ہوں۔ یہ کہہ کر وہ پانی لینے چلی گئی۔ نواب زادہ بڑا پیاسا تھا، بڑا ہی پیاسا۔ ارے بھائی پیاس کے مارے اس کی جان نکلی جا رہی تھی، چارپائی بچھانے میں کچھ نہ کچھ دیر لگی تو وہ جھنجھلایا۔ "ہونھ پانی نہیں پلاتی، دوسرے کام میں الجھ کر رہ گئی"!

نواب زادہ اسی طرح جھنجھلا رہا تھا کہ دانا حکیم کی دانا بیٹی صاف

ستھرے کٹورے میں پانی لے کر آئی۔ کٹورہ داہنے ہاتھ کی ہتھیلی پر رکھ کر اُسے دیا۔ نواب زادے نے کٹورہ لیا اور پانی پینے لگا۔

اس نے ایک دو گھونٹ ہی پانی پیا تھا کہ دانا بیٹی نے اُس سے کہا۔

" ذرا ٹھہریے!" نواب زادہ ٹھہر کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔!

" اچھا اچھا پیجیے۔"

" ہونھ، بیکار میں روک دیا۔ مجھے پیاس لگی ہے۔" کہہ کر نواب زادہ پھر پانی پینے لگا۔ اس نے دو تین گھونٹ پانی اور پیا تھا کہ دانا بیٹی بولی۔

" ذرا سنیے گا" نواب زادہ اسے دیکھنے لگا۔ "کیا بات ہے ؟"

" کچھ نہیں، کچھ نہیں، آپ پانی پی لیجیے۔ پھر کہوں گی۔"

" بڑی بے ادب لڑکی ہے، نہ کوئی بات نہ کچھ۔ پانی پینے سے روک دیا۔

نواب زادہ پھر پانی پینے لگا۔ تیسری بار اس نے پورا کٹورہ پانی پی لیا۔ اس کے بعد غصے ہو کر بولا۔

" لڑکی! تو بڑی بے ادب ہے۔ ایک پیاسے کو ٹھیک سے پانی نہیں پینے دیا۔ تجھے سزا دوں گا۔"

" واہ صاحب واہ" دانا حکیم کی دانا بیٹی کہنے لگی۔

" واہ صاحب واہ"! آپنے آپ غلط طریقے سے ایک ہی سانس میں ہڑاپ تڑاپ پانی پینے والے تھے۔ میں نے تین بار روک کر بہانے

سے تین سانسوں میں پانی پلایا۔ پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی طریقہ تھا۔ میرے ابّا نے بتایا ہے کہ باہر سے آتے ہی غٹ غٹ پانی پی لینے سے پیٹ میں درد ہونے لگتا ہے۔ کبھی کبھی انسان مر بھی جاتا ہے۔"

یہ سُن کر نواب زادہ بہت خوش ہوا۔ پوچھا۔

"اے سمجھ دار لڑکی! تو کس کی بیٹی ہے؟"

"دانا حکیم کی!"

"اسی لیے تو تو بھی دانا یعنی سمجھدار ہے، اچھا لے میں تجھ کو سو اشرفیاں انعام دیتا ہوں۔"

"لیکن صاحب سنیے تو! میرے ابّا جان نے مجھے نصیحت کی ہے کہ ہر کام ثواب کی نیت سے کرنا چاہیے۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے ثواب لینے کے لیے یہ کیا۔ آپ اپنی اشرفیاں رکھ لیجیے — دونوں میں یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں، اتنے میں دانا حکیم تشریف لے آئے۔ دانا حکیم نے کہا کہ بچّوں کو کبھی اشرفیاں، روپیہ پیسہ نہیں دینا چاہیے۔ بچّے پیسہ پا کر الّم غلّم لے کر کھاتے ہیں تو بیمار ہو جاتے ہیں۔ پھر یہ ہوتا ہے کہ ہر آنے والے مہمان سے آس لگاتے ہیں کہ وہ انہیں کچھ دے۔ اس طرح بچّوں میں لالچ پیدا ہوتا ہے، وہ مہمان سے بھی مانگنے لگتے ہیں۔

دانا حکیم سے مل کر اور اُن کی باتیں سُن کر نواب زادہ خوش خوش گھر لوٹ گیا۔

زہریلے پھل

دانا حکیم اللہ کو پیارے ہو گئے۔ اس وقت ان کی دانا بیٹی بارہ تیرہ برس کی تھی۔ اس کی دیکھ بھال کرنے والا کوئی نہ تھا، اس نے سوچا کہ ناہیال چلی جائے۔ ناہیال بارہ کوس پر تھا، اس نے سوچا جب کوئی اس طرف جانے والا ملے گا اس کے ساتھ چلی جائے گی۔ اس کا ناہیال بڑے گاؤں میں تھا۔

کچھ ہی دنوں میں ایک بارات بڑا گاؤں جانے والی تھی۔ دانا حکیم کی دانا بیٹی بارات کے ساتھ جانے کی تیاری کرنے لگی۔ اس نے فالتو سامان بیچ دیا۔ ضروری سامان ساتھ لیا اور جب بارات چلی تو وہ بھی ساتھ ہو لی۔

بارات چلتے چلتے ایک جنگل میں پہنچی جنگل بڑا ہرا بھرا تھا۔ جنگل کا ایک درخت تو بڑا ہی سایہ دار اور سرسبز تھا۔ اس میں پھل لگے ہوئے تھے، بس یوں کہنا چاہیے کہ وہ پیڑ پھلوں سے لدا تھا، پکے پکے پھلوں سے۔

بارات نے اسی درخت کے نیچے پڑاؤ ڈال دیا۔ لوگوں نے پھلوں کو

دیکھا، سب کا جی للچایا، چاہا کہ پھل توڑ کر کھائیں۔ لوگ پھل توڑنے لگے۔

دانا حکیم کی دانا لڑکی بار بار پھلوں کو دیکھ رہی تھی۔ وہ پھلوں کو دیکھے جا رہی تھی۔ دیکھ دیکھ کر سوچ رہی تھی ــ پھر جب لوگوں کو دیکھا کہ وہ توڑنے لگے۔ اس نے زور سے پکارا۔ اس پیڑ کے پھل کوئی نہ کھائے، نہیں تو مر جائے گا۔

دانا حکیم کی دانا لڑکی کی پکار سُن کر لوگ چونک پڑے۔ اس کی طرف دیکھنے لگے۔ پوچھا "بیٹی! تم اس طرف کبھی آئی نہیں۔ تم نے کیسے جانا کہ یہ پھل کھانے سے موت آجائے گی؟"

دانا لڑکی نے جواب دیا کہ: آپ لوگ دیکھتے نہیں جنگل میں جتنے پھل ہیں ان میں کوئی پھل پکا ہوا نہیں لگا ہے۔ ہاں کچے لگے ہیں لیکن اس پیڑ میں پکے پھل بھی موجود ہیں اور کچے بھی۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ آس پاس کے گاؤں والوں نے دوسرے پیڑوں کے پکے پھل تو کھائے لیکن اس پیڑ کے پھلوں میں ہاتھ تک نہیں لگایا۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ یہ پھل زہریلے ہیں۔

دانا حکیم کی دانا لڑکی نے یہ جواب دیا تو ایک جانور کو پھل کھلایا گیا۔ وہ جانور پھل کھاتے ہی مر گیا۔ اب سب کو یقین ہو گیا۔ لوگ دانا لڑکی کی سوجھ بوجھ پر بہت خوش ہوئے اور پھر اس کی خاطر کرنے لگے۔ پھر جب بڑا گاؤں کی طرف چلے تو بڑے آرام سے اس کے ننھیال پہنچا دیا۔ ●

سرکار! یہ لڑکی کہتی ہے کہ میں آپ کے سوالوں کا جواب دوں گی۔"

راجہ نے بڑے تعجب کے ساتھ لڑکی کو دیکھا۔ درباریوں سے پوچھا "یہ کس کی لڑکی ہے"۔

"سرکار! یہ دانا حکیم کی دانا بیٹی ہے۔ یہ بڑی سمجھدار ہے۔ یہ آپ کے سوال کا جواب بالکل ٹھیک دے گی۔"

"ہمیں پوری امید ہے۔" درباریوں نے راجہ سے کہا۔

یہ سُن کر راجہ نے لڑکی کو اپنے سامنے بیٹھنے کا حکم دیا۔ لڑکی ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔ اب راجہ نے اُسے ایک کہانی سنانی شروع کی۔

"ایک آدمی تھا، وہ ایک گاؤں میں رہتا تھا۔ ایک بار وہ شہر چلا۔ اس کے پاس ایک گھوڑا تھا۔ اس نے گھوڑے پر سامان لادا۔ بیٹے کو ساتھ لیا۔ اس کا بیٹا جوان تھا۔ آگے آگے گھوڑا، پیچھے پیچھے یہ دونوں، راستے میں کچھ لوگ ملے۔ انھوں نے کہا "بڑے ناسمجھ ہیں یہ دونوں، گھوڑا ان کے پاس

ہے اور دونوں پیدل چل رہے ہیں۔"

یہ سُن کر دونوں گھوڑے پر سوار ہو گئے۔ آگے چلے۔ راستے میں پھر کچھ لوگ ملے۔ انھوں نے کہا "بڑے ظالم ہیں یہ دونوں۔ ایک گھوڑے پر اتنا سامان لادا اور دونوں سوار بھی۔

یہ سُن کر باپ گھوڑے سے اُتر پڑا۔ اب بیٹا گھوڑے پر سوار تھا۔ آگے چلے تو پھر کچھ لوگ ملے، انھوں نے کہا:۔

"یہ نوجوان بڑا بے ادب ہے۔ باپ پیدل چل رہا ہے اور خود گھوڑے پر سوار ہے۔" یہ سُن کر بیٹا گھوڑے پر سے اتر پڑا اور باپ سے کہا۔" آپ سوار ہو جائیں اب باپ سوار ہو گیا۔ بیٹا پیدل چلا۔ آگے بڑھے تو پھر کچھ لوگ ملے، انھوں نے کہا ۔" یہ کیسا باپ ہے، اس کو بیٹے سے ذرا محبت نہیں ۔ خود تو سوار ہے اور بیٹے کو پیدل گھسیٹ رہا ہے۔" یہ سُن کر باپ گھوڑے سے اتر پڑا۔ دونوں ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر سوچنے لگے کہ اب کیا کریں ۔ دونوں سوار ہو کر چلتے ہیں تو لوگ ٹوکتے ہیں اور بُرا کہتے ہیں اور اگر نہیں سوار ہوتے ہیں تو ٹوکتے ہیں۔ بیٹا سوار ہوتا ہے تو بیٹے کو بے ادب بتاتے ہیں۔ اور باپ سوار ہوتا ہے تو اس کو برا کہتے ہیں۔

راجہ نے کہا۔ یہ ہے کہانی۔ سوال یہ ہے کہ پھر کیا کریں کہ سب خوش رہیں۔ ہاں بیٹی! جواب دو؟"

دانا حکیم کی دانا بیٹی نے کہانی سُنی۔ سوال سُنا۔ ذرا دیر سوچا پھر بولی:۔

"سرکار میری سمجھ میں تو یہ آتا ہے کہ جو بات حق ہو، وہ کرنا چاہیے۔ حق بات کے کہنے میں لوگوں کی خوشی اور ناخوشی نہ دیکھنا چاہیے۔ بلکہ ساری دنیا کے مالک اللہ اور بھگوان کی خوشی دیکھنا چاہیے۔ اللہ اور بھگوان خوش ہوگا تو یہی ہم سب کی سب سے بڑی کامیابی ہے۔ دنیا میں تو ہر طرح کے لوگ ہیں وہ سب طرح سے سوچتے ہیں میں سمجھتی ہوں کہ اللہ نے گھوڑے ہمارے لیے بنائے ہیں۔ ہم کو ان سے کام لینا چاہیے۔ ہاں یہ بات ضروری ہے کہ ان کی طاقت سے زیادہ ان پر بوجھ نہ لادا جائے۔ اگر سرکار مجھے معاف کریں تو میں یہ بھی کہوں کہ اسی طرح راجہ کو اپنی پرجا کے ساتھ کرنا چاہیے وہ پرجا پر زیادہ بوجھ نہ ڈالے اور بھگوان کو خوش کرنے کے لیے اس کے آرام کا خیال رکھے۔"

دانا حکیم کی دانا بیٹی یہ کہہ کر چپ ہوگئی۔ راجہ اس جواب سے بہت خوش ہوا۔ لڑکی کو بہت سا انعام دیا۔ پھر بڑی عزت کے ساتھ رخصت کیا۔

کہتے ہیں کہ راجہ کو جب کوئی کٹھن بات پیش آتی تھی وہ دانا حکیم کی دانا بیٹی کو بُلا کر اُس سے مشورہ ضرور کرتا۔

کیسی سمجھدار تھی دانا حکیم کی بیٹی۔

طمانچہ کس نے مارا ؟

"سرکار اس نالائق کو تو پھانسی دے دینی چاہیے۔"
"حضور! اگر پھانسی نہ دیں تو عمر قید کی سزا ضرور ہونا چاہیے۔"
"میری رائے تو یہ ہے کہ پوری طاقت سے اس بدتمیز کے سو کوڑے مارے جائیں۔"
"ٹھیک سزا تو یہ ہے کہ اس کے ہاتھ کاٹ لیے جائیں۔"
یہ اور اسی طرح کی رائیں راجہ صاحب کے درباریوں نے دیں اور پھر کہنے لگے۔ "کیسا بدتمیز ہے وہ شخص جس نے حضور کے گال پر طمانچہ مار دیا۔"
راجہ نے یہ ساری باتیں سنیں پھر پوچھا "تم لوگ جانتے ہو کہ میرے گال پر طمانچہ کس نے مارا؟"
درباریوں نے کہا "حضور! جب ہم نے دیکھا ہی نہیں تو کیسے بتا سکتے ہیں۔"
راجہ نے پھر کہا "اچھا سنو، تم میں سے جو بتا دے گا کہ طمانچہ

مارنے والا کون ہے تو اُسے ایک ہزار روپیہ انعام دیا جائے گا اور اگر میرے درباریوں میں سے کوئی نہ بتا سکے گا تو سب کو پھانسی پر لٹکا دوں گا۔"

یہ حکم سُن کر سارے درباری تھرا گئے ۔ راجہ اُٹھ کر محل میں چلا گیا۔ درباری اپنے اپنے گھر گئے۔ سب بہت اُداس تھے۔

اُن میں سے ایک درباری دانا حکیم کی دانا لڑکی کے پاس پڑوس میں رہتا تھا۔ اس نے اپنی بیوی سے سارا حال کہا۔ وہ دوڑتی ہوئی دانا لڑکی کے پاس آئی۔ بولی۔

"بیٹی! تم دانا حکیم کی دانا بیٹی ہو، تمہاری دانائی کی دھوم ہے۔" یہ کہہ کر اس نے سارا حال کہہ سُنایا۔ اور بتایا کہ راجہ بڑا ضدی ہے، اگر اس کو ٹھیک جواب نہ ملا تو سچ مچ وہ سب کی جان لے لے گا۔

دانا حکیم کی دانا لڑکی نے سوچا۔ پھر مُسکرائی اور کہنے لگی "چاچی جی! یہ تو بہت آسان سوال ہے۔"

تو بتاؤ بیٹی جلدی اور سب کی جان بچا لو۔"

"چاچی جی! وہ شخص راجا کا پیارا بیٹا ہی ہو سکتا ہے۔"

"کیسے؟"

"بات یہ ہے چاچی! راجہ جی راجکمار کو گود میں لیے پیار کر رہے ہوں گے۔ راجکمار ہاتھ پیر چلا رہا ہوگا۔ بس اس کا ہاتھ راجہ کے گال پر

لگ گیا ہوگا ورنہ راجہ کے گال پر طمانچہ کون مار سکتا ہے۔ راجہ نے درباریوں کی عقل جانچنے کے لیے مقدمہ کھڑا کر دیا۔ اور اگر راجکمار کے علاوہ کوئی اور مارتا تو راجہ توپ دم کرا دیتا۔"

"شاباش بیٹی! تم نے ٹھیک سمجھا۔" یہ کہہ کر درباری کی بیوی چلی گئی۔ اس نے اپنے شوہر سے پوری بات بتائی۔ وہ بھی اُچھل پڑا۔ دوسرے دن راجہ کو بتایا گیا کہ حضور آپ کے گال پر طمانچہ مارنے والا آپ کا پیارا راجکمار ہے۔ اس کی سزا یہ ہے کہ طمانچے کے بدلے اُسے بڑا سا "پیار" دیں۔

چور پکڑا

ایک رات، ایک چور ایک گھر میں گھُسا۔ چور بڑا طاقتور اور تگڑا تھا۔ جی ہاں اُسے تو ڈاکو کہیے۔ چور گھر میں گھسے اور گھر والے جاگ جائیں تو چور بھاگ جاتا ہے لیکن ڈاکو تو گھر والوں کو مارتے پیٹتے ہیں۔ گھر والوں سے پوچھ پوچھ کر جب تک چھپا چھپایا روپیہ پیسہ اور زیور وغیرہ لے نہیں لیتے، اس وقت تک مانتے ہی نہیں یا پھر پکڑے جانے کا ڈر ہوتا ہے تب بھاگتے ہیں۔

اچھا بھائی! وہ ایسا ہی چور تھا۔ اس نے گھر میں گھستے ہی گھر والے کو رسیوں سے جکڑ دیا۔ پھر چاقو نکال کر بولا۔ "دیکھو شور کرو گے تو چاقو پیٹ میں اتار دوں گا۔ جلدی بتا دو، مال کہاں ہے؟ بے چارے گھر والے نے ڈر کے مارے روپیہ پیسہ اور زیور بتا دیا۔ چور نے قبضے میں کیا اور کہا قسم کھاؤ میرے بارے میں کسی کو نہیں بتائے گا۔ اگر بتایا تو تیری بیوی پر طلاق!"

گھر والے نے جان کے ڈر سے یہ قسم بھی کھالی۔ چور اُسے چھوڑ کر چلا گیا۔ صبح کو لوگوں نے جانا۔ پوچھا۔ "چور کو پہچانا؟ گھر والا بولا۔" ہاں پہچانا، نام

بھی جانتا ہوں لیکن بتاؤں گا نہیں، اگر میں نے بتادیا تو بیوی پر طلاق ہوجائے گی۔ اس بات کی قسم چور نے مجھ سے لے لی ہے۔"

پھر چوری کیسے کھلے؟ پولیس کس کو پکڑے؟ یہ پریشانی تھی۔ لوگوں نے گھر والے کو لے جاکر تھانے میں رپورٹ بھی لکھوا دی مگر تھانے والے بھی کیا کر سکتے تھے۔

وہاں کے راجہ نے سُنا۔ اُس نے جاسوس لگائے لیکن چوری کا حال نہ کھلا۔ اب راجہ نے کپتان صاحب کو حکم دیا "اگر ایک ہفتہ میں چوری نہ کھلی تو تم کو قتل کردیا جائے گا۔"

کپتان بہت پریشان ہوا مگر اب بھی وہ کچھ نہ کرسکا۔ اس طرح چھ دن بیت گئے۔ ایک دن باقی رہا۔ اب تو وہ اور اس کے گھر والے رونے لگے۔

کسی نے کپتان کو بتایا کہ دانا حکیم کی دانا بیٹی سے پوچھنا چاہیے۔ وہی کوئی نہ کوئی تدبیر بتا سکتی ہے۔ کپتان دانا حکیم کی دانا بیٹی کے گھر گیا اس سے ملا۔ اور کہا "بیٹی! راجہ کل مجھے جان سے مار دے گا۔ تمہاری سمجھ کی بڑی تعریف سُنی ہے۔ کچھ بتاؤ۔"

دانا حکیم کی دانا بیٹی نے چوری کا حال سنا۔ گھر والے کی قسم پر غور کیا۔ پھر کپتان کے کان میں چپکے سے کچھ کہا۔ کپتان خوش ہوکر اچھلا۔ "بڑا "وہ مارا"

اس کی زبان سے نکلا۔

کپتان نے سپاہیوں کو حکم دیا کہ شہر کے سارے لوگوں کو کوتوالی میں جمع کرو۔ کوئی باقی نہ رہے۔ سارے لوگ کوتوالی کے اندر جمع ہو گئے۔ کپتان گھر والے کو لے کر دروازے پر کھڑا ہوا اس کو سمجھا دیا کہ جب چور نکلے اور میں تجھ سے پوچھوں "یہ ہے؟" تو چپ رہنا۔ بتانا نہیں، یہی تو ہے تیری قسم۔ بس میں اسی کو پکڑوں گا۔ تیری قسم پر آنچ نہ آئے گی۔" پھر ایک ایک آدمی کو کوتوالی کے پھاٹک سے نکلنے کا حکم دیا۔ ایک ایک آدمی آگے پیچھے بڑے پھاٹک سے نکلنے لگا۔ جو پھاٹک کے پاس آتا اس کے بارے میں کپتان گھر والے سے پوچھتا "یہ تھا؟" گھر والا کہتا "نہیں۔"

اس طرح بہت سے آدمی نکل گئے۔ چور صاحب کی باری آئی۔ چور صاحب خوش تھے کہ گھر والا مجھے بتا ہی نہیں سکتا۔ وہ بول بھی تو نہیں سکتا۔ بتایا کہ اس کی بیوی پر طلاق ہوئی۔

اب سنیے! چور صاحب پھاٹک کے پاس آئے۔ کپتان صاحب نے گھر والے سے پوچھا "یہ تھا؟" گھر والا کچھ نہ بولا۔ چپ کھڑا رہا۔ بس کپتان نے اسی چور کو پکڑ لیا۔

دانا حکیم کی دانا بیٹی نے یہی ترکیب بتائی تھی۔ راجہ کو بتایا گیا تو وہ بہت خوش ہوا۔ اس نے دانا حکیم کی دانا بیٹی کو بہت سا انعام دیا۔ ●

۱۹ ہاتھیوں کی تقسیم

ایک سوداگر تھا۔ وہ جانوروں کی تجارت کرتا تھا۔ کبھی گھوڑے خریدتا اور بیچتا، کبھی گائے بھینسیں خریدتا اور بیچتا۔ کبھی بکریاں اور بھیڑیں خریدتا اور بیچتا۔ اس تجارت میں اس کو بڑی ترقی ہوئی۔

ایک بار ریاست "ہتھیا" کے راجہ کے ہاتھ گھوڑے بیچے۔ راجہ گھوڑے پاکر بہت خوش ہوا۔ اس نے گھوڑوں کی قیمت دی۔ اور ۱۹ ہاتھی انعام میں دیے۔ جی ہاں۔ راجہ کو ہاتھی پالنے کا بڑا شوق تھا اس نے بہت سے ہاتھی پال رکھے تھے۔ ہاتھیوں کی وجہ سے اُس راجہ کی ریاست کا نام "ہتھیا" پڑ گیا تھا۔

سوداگر ہاتھی لے کر چلا۔ وہ بہت خوش تھا۔ سوچ رہا تھا اگر پانچ پانچ چھ چھ ہزار کا ہاتھی بکا تو ایک لاکھ ہو جائیں گے۔ اور وہ ایک دم لکھ پتی ہو جائے گا۔ وہ اسی خوشی میں جا رہا تھا کہ راستے میں بیمار ہو گیا۔ بیماری اس تیزی سے بڑھی کہ دوا علاج سب بیکار ہو گیا۔ اُسے موت سامنے

نظر آنے لگی۔ اس نے اپنے منشی کو بلایا اور کہا:۔

"دیکھو، میرے مرنے کے بعد ان ہاتھیوں میں سے آدھے میرے بھائی محمود کو دینا، چوتھائی میرے دوست احمد کو اور پانچواں حصّہ حامد پڑوسی کو لیکن دیکھو حصّہ بانٹ میں کوئی ہاتھی کاٹنا مت۔"

یہ وصیّت کر کے سوداگر مر گیا۔ اسے دفن کیا گیا۔ اب منشی سارا مال اسباب اور جانور لے کر چلا۔ اپنے شہر پہنچا۔ سوداگر کی وصیّت کا حال سب سے کہا۔ منشی نے کچھ سمجھ دار اور بڑے لوگوں کو اکٹھا کیا اور کہا کہ آپ لوگ یہ ۱۹ ہاتھی محمود صاحب، احمد صاحب اور حامد صاحب میں بانٹ دیں لیکن کوئی ہاتھی کاٹا نہ جائے۔

یہ سُن کر سب لوگ ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ ۱۹ کے آدھے ساڑھے نو۔ لو بھئی ایک ہاتھی آدھا آدھا کاٹنا پڑے گا اور ۱۹ کے چوتھائی پونے پانچ۔ واہ بھئی واہ، اس میں بھی کاٹے بغیر کام نہ چلے گا۔

کسی کی سمجھ میں کچھ نہ آیا تو سب راجہ صاحب کے دربار پہنچے۔ ۱۹ ہاتھی پیش کیے اور سوداگر کی وصیّت کہہ سنائی۔ راجہ نے بھی سوچا۔ ہاتھی کاٹے بغیر حصّہ بانٹ مشکل نظر آیا تو اس نے اعلان کرا دیا کہ جو شخص سوداگر کی وصیّت کے مطابق حصّہ بانٹ دے گا اُسے اپنے فیل خانے سے ایک ہاتھی انعام دوں گا۔

انعام کے لالچ میں لوگوں نے بہت سوچا لیکن کسی کی سمجھ میں نہیں آیا کہ وصیت کے مطابق کیسے بانٹا جا سکتا ہے۔

اس طرح کام نہ چلا تو راجہ کو دانا حکیم کی دانا بیٹی یاد آئی۔ اُس نے اُسے بُلایا۔ سوداگر کی وصیّت سُنائی اور کہا "بیٹی! مجھے امید ہے کہ تم ضرور ٹھیک بانٹ دوگی؟"

دانا حکیم کی دانا بیٹی نے سر نیچا کیا۔ تھوڑی دیر سوچا۔ پھر مسکرائی مسکرا کر راجہ سے کہا "سرکار! انعام کا ہاتھی منگا دیجیے۔"

"تو کیا تم کو یہ خیال ہے کہ میں انعام نہ دوں گا۔"

"نہیں سرکار! کام تو اسی ہاتھی سے بنے گا۔"

"اچھا تو لو" کہہ کر راجہ نے انعام والا ہاتھی منگایا۔ اب کل بیس ہاتھی ہو گئے۔ دانا حکیم کی دانا بیٹی نے محمود سے کہا "اب تم آدھے ساڑھے نو کے بدلے دس ہاتھی لے لو" محمود میاں خوش ہو گئے۔ انہوں نے دس ہاتھی لے لیے۔

اب دانا حکیم کی دانا بیٹی نے احمد سے کہا "آپ چوتھائی یعنی پونے پانچ کے بدلے پانچ لے لیجیے۔ احمد صاحب نے بھی خوش ہو کر پانچ ہاتھی لے لیے۔ آخر میں حامد صاحب سے کہا گیا کہ بیس کا پانچواں حصّہ چار آپ لے لیجیے۔ چار حامد صاحب نے لے لیے۔ لوگوں نے گنا تو (۱۰ + ۵ + ۴) ۱۹ ہاتھی بانٹ دیے۔ انعام والا بیسواں صاف بچ گیا۔ راجہ اور دوسرے لوگ اس بٹوارے

ایک روپیہ میں اونٹ

ایک آدمی نے اونٹ خریدا۔ اس پر سوار ہوا۔ اونٹ نے اُسے گرا دیا۔ آدمی کو بڑا غصّہ آیا اسی جگہ قسم کھائی کہ اونٹ کو ایک روپیہ میں بیچ دوں گا۔

گھر آیا تو اس کا غصّہ دور ہو چکا تھا۔ اب وہ گھبرایا کہ اگر اونٹ ایک روپیہ میں نہ بیچا تو قسم ٹوٹے گی اور کفّارہ دینا پڑے گا۔ وہ سوچنے لگا۔ اس کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ تو دوڑا ہوا دانا حکیم کی دانا بیٹی کے پاس گیا۔ سارا قصّہ سُنا کر کہا "کیا کروں کہ قسم بھی نہ ٹوٹے اور اونٹ کے بیچنے میں گھاٹا بھی نہ ہو۔

دانا حکیم کی دانا بیٹی نے ذرا دیر سوچا پھر اس کے کان میں کچھ کہا۔ وہ خوش ہو گیا۔ شام کو وہی آدمی بازار میں اونٹ بیچنے گیا۔ لوگوں نے دیکھا اونٹ کی گردن میں بلّی بندھی تھی اور آدمی کہہ رہا تھا "ایک روپیہ میں اونٹ لو اور دوسو میں بلّی۔ دونوں ساتھ بکیں گے۔"

ایک خریدار نے اونٹ پسند کیا۔ دوسو ایک روپیہ دے کر اونٹ اور بلّی کو خرید لیا۔ آدمی ہنستا ہوا گھر آیا۔ اور دانا حکیم کی بیٹی کا شکریہ ادا کیا۔

ورنہ طلاق!

ایک آدمی تھا اس کی ایک بیوی تھی۔ دونوں ہنسی خوشی رہتے تھے۔ شیطان کو یہ بات بہت ناپسند ہے کہ میاں بیوی میل جول سے رہیں۔ اس لیے شیطان میاں بیوی کے دلوں میں ایسی باتیں ڈالتا رہتا ہے کہ میاں بیوی لڑیں۔ اس وقت آدمی "لاحول ولاقوۃ" پڑھ لیتا ہے تو شیطان بھاگ جاتا ہے نہیں تو اس کے بہکائے میں آجاتا ہے۔

ایک بار شیطان نے اس آدمی کو بہکا دیا۔ ہوا یہ کہ آدمی ایک بار آم لایا۔ بیوی کو پاس بٹھایا، دونوں آم کھانے لگے اور گٹھلیوں کے ڈھیر لگانے لگے۔ جب کھا چکے تو آدمی نے بیوی سے کہا "میں نے جتنے آم کھائے ہیں ان کی گنتی بتا؟" بیوی نے کہا۔ "میں نے گنا نہیں۔"

بیوی کے یہ کہتے ہی آدمی بولا۔ "اگر تو میرے کھائے ہوئے آموں کی گنتی نہیں بتائے گی تو تجھ کو طلاق ہے۔ طلاق کے معنی یہ ہیں کہ پھر دونوں میاں بیوی نہیں رہ سکتے۔

بیوی نے بہت سمجھایا کہ میں کیسے بتا سکتی ہوں۔ میں نے گنا نہیں ؟
کچھ دیر کے بعد میاں کا غصّہ کم ہوا تو وہ بھی گھبرایا اور افسوس کرنے لگا۔
بیوی نے کہا " اچھا ٹھہرو۔" یہ کہہ کر وہ دانا حکیم کی دانا بیٹی کے پاس گئی،
اس سے سارا حال کہا۔ دانا لڑکی نے کچھ دیر سوچا پھر بولی " جاؤ" تم اپنے
میاں کے سامنے گنتیاں گننا شروع کردو۔ ان گنتیوں میں وہ گنتی ضرور
آئے گی۔"

بیوی یہ سُن کر گھر آئی۔ میاں کے سامنے ایک دو تین چار ۔۔۔۔ گنتیاں
گننے لگی۔ اس طرح سو تک گننے کے بعد پوچھا " ان گنتیوں میں تمہارے
کھائے ہوئے آموں کی گنتی آ گئی ؟"

میاں نے کہا " آ گئی۔"

اب بیوی نے کہا " اچھا جاؤ، خدا کا شکر ادا کرو اور اب کبھی ایسی
ناسمجھی کی بات نہ کرنا۔"

وہ آدمی خوش ہو گیا۔ دانا حکیم کی دانا لڑکی کی سمجھ کی بدولت
شیطان کا داؤ خالی گیا۔

میرا ہاتھ پکڑ!

ایک آدمی تھا۔ اس نے اپنے نہانے کے لیے گھر کے اندر ایک حوض بنوایا
ایک دن دانا حکیم کی دانا بیٹی اس کے گھر آئی۔ اس کی بیوی سے ملی۔ حوض میں موتی
کی طرح صاف پانی بھرا تھا۔ گرمی بہت تھی۔ دانا حکیم کی دانا بیٹی نے گھر والی
سے کہا "اس حوض میں نہانے کو جی چاہتا ہے"۔

مہمان سمجھ کر گھر والی نے نہانے کی اجازت دے دی۔ دانا حکیم کی دانا
بیٹی حوض میں جا کر نہانے لگی۔ گھر والی کا بھی جی چاہا وہ بھی حوض میں اُتر گئی،
وہ بھی نہانے لگی۔ اتنے میں وہ آدمی آ گیا۔ اس نے دونوں کو اپنے حوض
میں نہاتے دیکھا تو بہت بگڑا۔ بہت ہی بگڑا۔ وہ اتنا خفا ہوا، اتنا خفا
ہوا کہ اس کی زبان سے نکلا۔

"سُنتی ہے ری!" اس نے بیوی سے کہا "سُنتی ہے کہ نہیں!"

بیوی اور دانا حکیم کی دانا بیٹی دونوں ڈر گئیں اور اس کا منھ تکنے
لگیں۔ اس آدمی نے غصّے میں اپنی بیوی سے کہا:۔

"سُنتی ہے کہ نہیں اگر تو اس حوض میں ٹھہری رہی تو تجھ پر طلاق اور اگر نکلی تو بھی تجھ پر طلاق۔"

بیوی یہ سُن کر بہت پریشان ہوئی۔ دانا حکیم کی دانا بیٹی نے اس کے کان میں کچھ کہا تو بیوی نے شوہر کو حوض کے پاس بُلایا اور کہا کہ میرا ہاتھ پکڑ! شوہر نے ہاتھ پکڑ لیا تو بیوی نے کہا "کھینچ" شوہر نے کھینچا تو بیوی حوض کے باہر تھی۔

دانا حکیم کی دانا بیٹی نے کان میں یہی کہا تھا۔ اب اس نے اُس مرد سے کہا:۔

"یہ طلاق نہیں ہوئی کیونکہ تمہاری بیوی نکلی نہیں نکالی گئی ہے۔"

یہ سُن کر شوہر نے بیوی سے پوچھا "یہ لڑکی کون ہے۔ بڑی سمجھدار معلوم ہوتی ہے۔" بیوی نے بتایا کہ یہ دانا حکیم کی دانا بیٹی ہے۔ اگر اس وقت یہ نہ ہوتی تو تم نے غصّے میں اپنا گھر ویران کردیا تھا۔"

یہ سُن کر وہ آدمی بہت خوش ہوا۔

پہلے مجھ سے ملو!

ایک دن کی بات ہے، دانا حکیم کی دانا بیٹی اپنی خالہ جان کے گھر گئی، خالہ کے دو لڑکے تھے یعنی دانا حکیم کی دانا بیٹی کے "خالہ زاد بھائی" جب یہ ان کے گھر پہنچی، دونوں بھائی اپنے اپنے کمرے میں تھے۔ انہوں نے دیکھا اور اپنے اپنے کمرے میں بُلانے لگے۔ خالہ جان نے بھی یہ سب سنا، وہ بیٹھی کی بیٹھی رہیں اور یہ دیکھنے لگیں کہ دیکھیں یہ کس بھائی سے پہلے ملتی ہے۔

دانا حکیم کی دانا بیٹی صحن میں کھڑی تھی، دونوں بھائی ضد کر رہے تھے کہ پہلے مجھ سے آکر ملو نہیں تو عمر بھر بات نہ کروں گا۔

دانا حکیم کی دانا بیٹی تحفے میں مٹھائی لیتی گئی تھی۔ اس نے دونوں سے کہا "اچھا پہلے لو، یہ مٹھائی تو لو۔ پھر میں ایک ایک سے ملوں گی۔

مٹھائی کا نام سُنا تو دونوں کمرے سے نکل کر دوڑے۔ پاس پہنچے تو دانا بیٹی نے دونوں کو ایک ساتھ لپٹا لیا پھر مٹھائی دی۔ خالہ یہ سب دیکھ کر بہت خوش ہوئیں۔ بولیں میری بہن کی بیٹی سچ مچ دانا ہے۔ •

روٹیوں پر جھگڑا

دو آدمی تھے۔ ایک کا نام تھا "عاقل" دوسرے کا نام تھا "ناقل" ایک بار دونوں سفر کو نکلے۔ عاقل کی بیوی نے چار روٹیاں پکائیں اور ساتھ کر دیں۔ ناقل کی بیوی نے دو روٹیاں پکائیں اور ساتھ کر دیں۔ عاقل اور ناقل کچھ دور چلے تھے کہ ایک آدمی اوران کے ساتھ ہو گیا۔ اب تین مسافر ہو گئے۔ تینوں باتیں کرتے چلے۔

چلتے چلتے تھک گئے۔ راستے میں ایک کنواں دیکھا تینوں بھوکے پیاسے بھی تھے۔ وہیں رُک گئے۔ سوچا کھا پی کر پھر چلیں گے۔

اچھا بھئی، عاقل نے اپنی چاروں روٹیاں نکالیں اور ناقل نے اپنی دو روٹیاں نکالیں۔ عاقل نے ہر روٹی کے دو دو ٹکڑے کر دیے کُل بارہ ٹکڑے ہو گئے۔ تینوں کھانے لگے۔ روٹیاں کھا کر پانی پیا۔ اللہ کا شکر ادا کیا۔ اب تیسرے آدمی نے جیب سے بارہ روپیہ نکالے، عاقل کو دے دیے اور اُٹھ کر ایک طرف چلا گیا۔

عاقل اور ناقل بھی اپنی راہ چلے۔ راستے میں ناقل نے عاقل سے کہا "ارے بھئی، ان بارہ روپوں میں سے مجھے بھی دو، میری روٹیاں بھی تو تمہاری روٹیوں میں شامل تھیں۔ عاقل نے ایک روپیہ اُسے دے دیا۔ ناقل نے کہا "واہ بھئی وا، مجھے بس ایک روپیہ باقی ۱۱ روپیہ تمہارے، اور دو مجھے۔ عاقل نے نہیں دیے۔

اب دونوں لڑتے جھگڑتے بڑا گاؤں پہنچے۔ وہی بڑا گاؤں جہاں دانا حکیم کی دانا بیٹی آ کر رہی تھی۔ بڑا گاؤں کے راجہ کی عدالت میں ناقل نے مقدمہ دائر کر دیا۔ خدا کا کرنا اس وقت کسی کام سے راجہ نے دانا حکیم کی دانا بیٹی کو دربار میں بُلایا تھا۔ دانا بیٹی ایک کرسی پر بیٹھی تھی۔ مقدمہ شروع ہوا تو راجہ نے دانا بیٹی کی طرف دیکھا اور کہا " بیٹی! تم ان روٹیوں کا فیصلہ کرو۔"

دانا حکیم کی دانا بیٹی نے دونوں کا بیان سُنا تو ناقل سے کہا "تم ایک روپیہ لینے پر راضی ہو جاؤ تو یہی تمہارے لیے نفع کا سودا ہے ورنہ انصاف کرانے میں تمہارا نقصان ہے۔"

ناقل نے کہا " واہ نقصان کیسے ہے؟ چھ روٹیوں کے ۱۲ ٹکڑے کیے گئے۔ ہر ٹکڑے کی قیمت ایک روپیہ ہوئی۔ میری دو روٹیوں کے چار ٹکڑے اور عاقل کی چار روٹیوں کے آٹھ ٹکڑے ہوئے۔ عاقل آٹھ

روپیہ لے لے۔ چار مجھے دے۔ راجہ اور راجہ کے درباری بول اُٹھے۔ "ٹھیک کہا ناقل نے۔"

"ہوں!" دانا بیٹی نے "ہوں" کہا۔ پھر دونوں سے کہا کہ پورے روپے عدالت کے سامنے رکھ دو۔ عاقل نے گیارہ روپیہ اور ناقل نے ایک روپیہ نکال کر سامنے رکھ دیا۔

اب دانا حکیم کی دانا بیٹی نے ناقل سے کہا۔ بارہ ٹکڑے تین آدمیوں نے کھائے۔ ہر ایک نے چار چار ٹکڑے کھائے۔ تو چار ٹکڑے تم نے کھائے اس کے معنی یہ ہوئے کہ تم نے اپنی دو روٹیاں کھالیں۔ تمہاری روٹیوں میں سے اس آدمی نے کچھ نہیں کھایا بلکہ عاقل کی روٹیوں کے ٹکڑے کھائے۔ اس لیے تم کو ایک روپیہ بھی نہیں ملنا چاہیے۔ یہ کہہ کر دانا حکیم کی دانا بیٹی نے پورے بارہ روپیہ عاقل کو دے دیے اور مقدمہ برخاست کر دیا۔

ناقل اپنا سا منھ لے کر رہ گیا۔ راجہ کے درباری بولے۔ "واہ بھئی واہ! یہ بات تو ہماری سمجھ ہی میں نہیں آئی تھی۔ سچ مچ دانا حکیم کی بیٹی بڑی دانا ہے۔"

کٹورے کا پانی

ایک دن کی بات ہے، دانا حکیم کی دانا بیٹی اپنی پڑوسن کے پاس بیٹھ کر باتیں کرنے لگی۔ اتنے میں اس کا شوہر باہر سے آیا۔ اس نے بیوی سے پانی مانگا۔ بیوی نے کٹورے میں پانی دیا۔

کٹورا ہاتھ میں لے کر شوہر نے عجیب مسخرا پن کیا۔ بولا "اسے لے جا مگر ن نہ تو یہ پانی پی سکتی ہے نہ پھینک سکتی ہے اور دیکھ! نہ یہ پانی کٹورے یں رہے، نہیں تو تیری خیر نہیں!"

یہ سن کر وہ بیچاری گھبرا گئی۔ دانا حکیم کی دانا بیٹی نے اس کے کان میں ھ کہا:

ڑوسن مسکرائی۔ وہ اٹھی۔ کمرے میں گئی وہاں سے روئی لے کر آئی۔ ں نے روئی پانی میں ڈال دی۔ روئی نے پانی کو جذب کر لیا۔ کٹورے کا نی روئی میں جذب ہو گیا تو بیوی نے خالی کٹورا میاں کو تھما دیا۔

شوہر سمجھ گیا کہ دانا حکیم کی دانا بیٹی نے کان میں یہی بتایا تھا۔ تھی نا! انا حکیم کی دانا بیٹی سمجھدار۔ •

گٹھلیاں الگ کرو

ایک بار دانا حکیم کی دانا بیٹی ایک جگہ مہمان گئی۔ وہاں لوگوں نے اس کا امتحان لیا۔ تین چار سیر کھجوریں منگائیں اور کہا آؤ، سب مل کر کھائیں سب مل کر کھانے لگے۔ سب کھجوریں کھاتے جاتے اور گٹھلیاں ایک جگہ رکھتے جاتے۔ کھا چکے تو گھر کے مالک نے دانا حکیم کی دانا بیٹی سے کہا کہ جتنے لوگوں نے کھجوریں کھائی ہیں ان سب کی گٹھلیاں الگ الگ رکھ! نہیں تو تجھ سے کھجوروں کے دام لوں گا۔

دانا حکیم کی دانا بیٹی نے ایک منٹ سوچا اور ایک ایک گٹھلی الگ الگ رکھ دی اور کہا "لو سب کی گٹھلیاں الگ الگ رکھ دیں۔"

گھر والا دانا حکیم کی دانا بیٹی کی یہ دانائی دیکھ کر دنگ رہ گیا۔